عربی زبان اور خوش حال مسلمان

(از مولانا عبدالرؤف خاں صاحب رحمانی)

(۴)

دیندار ماں باپ کا طرزِ عمل

صحیح حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان موجود ہے کہ جو ماں باپ اپنے بچوں کو عربی قرآن اور اسلامی تعلیم سے واقف کرا دیتے ہیں اُن کے سر پر قیامت کے ہنگامۂ دار وگیر میں ایسا نورانی تاج پہنایا جاوے گا کہ جس کی روشنی سورج و چاند سے بھی زیادہ ہوگی ضوئہ احسن من ضوء الشمس یہ تعلیم، قرآن و حدیث اور اسلامی علوم وفنون ہیں اور بس۔ اسلامی تعلیم۔ انگریزی تعلیم کا نام نہیں ہے۔ اس تعلیم کا مطمحِ نظر کوئی اسلامی احکام۔ خدا تعالیٰ و اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے لہذا اس پر کسی شرعی اجر و ثواب کا ترتب نہیں ہوسکتا۔ اس لئے دیندار ماں باپ اپنے بچوں کو اپنی آخرت نیز بچوں اور خود ان کی مستقبل نسل کے سنبھالنے کے لئے صرف عربی تعلیم کو دلاتے ہیں تاکہ خود بھی موردِ حسنات ہوں اور بچے بھی باعثِ برکات ہوں۔

حضرت مولانا منظور احمد صاحب نعمانی . . . . نے اپنی ایک تازہ سرگزشت لکھی ہے۔ اس میں فرماتے ہیں کہ مجھے اسلامی تعلیم کے بجائے انگریزی سکولوں کی تعلیم وتہذیب بہت پسند آتی تھی۔ مگر میرے ماں باپ بہت متشدد قسم کے دیندار تھے۔ وہ ہرگز اس پر راضی نہ تھے۔ میرے والد کے ایک دلی دوست تھے۔ ایک دن ان کو سفارش کو اٹھوایا گیا۔ انھوں نے والد صاحب کے سامنے انگریزی تعلیم کے روشن پہلوؤں پر اظہارِ خیال کیا۔ تو اس پر میرے والد نے یہ جملہ فرمایا۔ جواب تک کانوں میں گونج رہا ہے۔ کہ اچھا اگر یہ انگریزی پڑھ کے ڈپٹی کلکٹر بھی ہوگیا تو میرے لئے کیا۔ اگر یہ نہیں تو اس کی اولاد کھڑے ہوکر پیشاب کرے گی۔ انگریزی چال چلن گھر میں آجائے گا۔ ذرا اس سے آگے چلئے۔ مفتی مولانا محمد یوسف صاحب فرنگی محلی ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد سات سو روپیہ کے مشاہرہ پر انگریز کمشنر کے اصرار پر مقرر ہوتے ہیں۔ پیشکار ایک مسلمان منشی مقرر ہوا ہے۔ شام کے وقت سرکاری کاغذات پر آپ کے دستخط کرانے کے لئے حاضر ہوا ہے۔ مسل نکلتی ہے۔ اتفاق سے ایک کاغذ سودی دستاویز کا نکل آتا ہے۔ آپ غصہ سے سرخ ہوجاتے ہیں اور کاغذات کو پھینک کر منشی کو روتا ہوا نکال دیتے ہیں۔ اور اس اقتدار اور عہدہ پر لعنت بھیجتے ہیں۔ ان دو مثالوں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی ہوگی۔ کہ اگلے ماں باپ آج کل جیسے ماں باپ نہ تھے۔ وہ بیٹوں کو شوق دلاتے نہیں

تھے بلکہ رد کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے۔ لندن میں بگڑ جاؤ گے وسواس یہی ہے۔ تم پاس رہو بڑا پاس یہی ہے۔ اور اب کے ماں باپ تن من دھن سے اس پر قربان ہیں۔ بچوں سے زیادہ یہ خود ہی اس معشوقہ کے شکار ہیں۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

اب تو ہر ماں باپ کے دل میں انگریزی کی وہ قدر وقیمت ہے کہ اب ان کا تمدن وتہذیب تعلیم وزبان سب انگریزیت میں غرق نظر آتی ہے۔ کسی دیندار شاعر کے یہ اشعار موجودہ حالات کا آئینہ ہیں:- ؎

طاقِ دل میں چراغ انگریزی — سر کے اندر دماغ انگریزی
جسم کا بال بال انگریزی — مُنہ کے اندر زبان انگریزی

ہائے کیا زمانہ ہے۔ علوم وفنون کی تحصیل اور ثبوت کے مشن کے خدمت سے حاصل شدہ تنخواہوں کا موازنہ مسلمان گھرانوں میں طاغوتی حکومت کی نوکریوں سے کیا جانے لگا۔ اور جس طرف آمدنی زیادہ نظر آئی۔ عملاً اسی کو ترجیح دی جانے لگی ہے۔ ضرورت ہے کہ بچوں کی تعلیم وتربیت ماں باپ اس طرح کریں کہ زندگی برائے دین بن جاوے اور بچے حامل دین خادمِ اسلام بنیں۔

آجکل کے خوشحال ماں باپ

اصول واخلاق سے زیادہ قیمتی چیز، مادی منافع اور فوائد کو قرار دے چکے ہیں۔ اس لئے ان مقالوں وتحریروں کا اگر مذاق اڑایا جاوے جن میں دین کو قیمتی اور اور دین پرستی کو اہم الامور قرار دیا گیا ہو تو عجب نہیں۔ کیونکہ آج کل دینداری کے مقابلہ میں خواہشِ نفس اور سامان لذت کا اہتمام زیادہ ہے۔ آجکل کے ماں باپ کا خیال خالص تاجرانہ ہے۔ کوئی تاجر اپنی دوکان میں صرف وہی مال لگاتا ہے اور انھیں مالوں سے اپنی دوکان کو سجاتا ہے۔ جس مال پر لوگ شوق کی نظر ڈالتے ہوں۔ آپ آج کل کے ماں باپ صرف یہ دیکھتے ہیں کہ اُن کو اس تعلیم میں مالی فائدہ کیا ہوگا۔ اور اس سے صاحب بہادر کے نزدیک یا اُن کی سوسائٹی میں کس قدر جاہ واعزاز حاصل ہوگا۔ شرعی جواز اور عدم جواز سے ان کو قطعاً کوئی لگاؤ نہیں ہوتا۔ غرض مسلمانوں کا زبانِ رسول زبانِ قرآن زبان حدیث چھوڑنے کی وجہ صرف طمعِ دنیا ہے۔ صرف جیب کو روپیہ سے گرم رکھنے کا سوال ہے۔ ذہنیت اسلامی بنانے اور سیرت واخلاق محمدی رکھنے کی نہ انھیں حاجت نہ ان علومِ شرعیہ وفنونِ عربیہ کے تحصیل کی ضرورت

اکبر الہ آبادی نے اس موقعہ پر کیا خوب لکھا ہے ؎

تعلیم جو دی جاتی ہے ہمیں وہ کیا ہے فقط بازاری ہے — جو عقل سکھائی جاتی ہے وہ کیا ہے فقط سرکاری ہے

آج کل کے ماں باپ کو مادہ پرستی اور زر کشی کا جو خیال ہے۔ اور اس چاٹ میں انگریزی پڑھنے پڑھانے کا جو عشق صادق ہے۔ ان کو اگلے ماں باپ کا ایک نقشہ اس جگہ دکھا دینا چاہتا ہوں۔ ایک تازہ کتاب میں ہے۔ اس میں یہ واقعہ موجود ہے کہ مولانا محبوب علی صاحب دہلوی نے ہندوستان کی مشہور تحریک جہاد (مولانا اسمٰعیل صاحب شہید

دہلوی) سے کچھ اختلاف کیا تھا۔ تحریک کی ناکامی کے بعد انگریزوں نے مخالفین تحریک کی حیثیت سے مولانا محبوب علی صاحب دہلوی کو گیارہ گاؤں صلہ میں دینا چاہے۔ مگر انھوں نے صاف انکار کر دیا۔ اور کہا میرا یہ اختلاف ایک اجتہادی اختلاف تھا۔ میں نے کسی مصلحت سے یا تمہاری خوشی کے خیال سے ایسا نہیں کیا تھا۔ (مسلمانوں کا روشن مستقبل ص۱۱)

اللہ اکبر! کیا وقت تھا کہ لوگ انگریزوں کے اعزاز و اکرام کو کچھ بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ اور اب کیا وقت آگیا ہے کہ اقتدار و اعزاز و تنخواہ و مشاہرہ کی زیادتی اور مادی نفع ہی کو لوگوں نے اصل ٹھہرالیا۔ اور خود ان کی زبان اور معاشرت اور تہذیب و تمدن کے غلام بن گئے۔ جن کے لئے وہ ان کو مجبور نہیں کرتے۔ اور اپنی تہذیب اسلامی و زبان عربی کو اقصائے عالم سے نکال دینے پر تُل گئے۔ محض اس لئے کہ حکومت کے دفتر میں اور دنیا کے موجودہ چکر میں یہ "عربی ہنر" کارآمد نہیں ہے۔ آہ!

طائروں پر سحر ہے صیاد کے اقبال کا — اپنے منقاروں سے حلقہ کس رہے ہیں جال کا

خوشحال مسلمانوں کا طرزِ عمل عربی اٹھ جانیکا سبب بن گیا

مسلمانوں نے انگریزی اسکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اس قدر حصہ لیا کہ عربی کا شمول دیگر زبان کی حیثیت سے بھی نہ رہا اس سے مسلمانوں نے اس قدر کنارہ کشی کی کہ مجبوراً انگریزی اسکولوں سے عربی شعبہ اٹھ گئے کہ خواہ مخواہ اس خرچ کا بار اب کیوں اٹھایا جاوے۔ جبکہ اس کے طلبہ نہیں ہیں۔ میں نے حالات اکبر بادشاہ نامی کتاب میں پڑھا تھا کہ اکبر بادشاہ اپنے دور میں عربی کا دشمن ہو گیا۔ اور عربی رسم الخط اور عربی لکھنا عربی پڑھنا اٹھا دیا تھا۔ عربی زبان کے حروف ث۔ ح۔ ع وغیرہ کو اس نے مٹا دیا تھا چنانچہ عبداللہ کو ابداللہ سے بدل دیا اور احد کو اہد سے۔ (حالات اکبر بادشاہ ص۱۳۲) اور کہہ دیا کہ عربی کا علم سوائے حساب۔ طب۔ فلسفہ کے اور کچھ نہ پڑھایا جاوے۔ نہ حدیث نہ تفسیر (حالات ص۱۷)۔ عربی وغیرہ دیگر امورِ مذہبی کو معیوب بنانے اور تکفیر کی وجہ سے علماء ربانی معتوب ہوئے بنگالہ سے پکڑ آئے اور جمنا میں ڈبو دیئے گئے۔ کہتے ہیں کہ تاریخ اپنا ورق کبھی کبھی اُلٹ دیتی ہے۔ تو کیا واقعی ہمارے روشن خیال حضرات عربی سے دوری اور نفرت کے سبب بن کر اکبری تاریخ کا اعادہ کرنا چاہتے ہیں۔ خوش حال مسلمانوں کو سن لینا چاہیئے کہ عربی آج ہمارے وطنی بھائیوں میں معتوب نظر ہے۔ آپ کو بھی اس سے عملاً ضد ہے تو پھر عربی کا خدا حافظ۔ شاعر ہندی اکبر الہ آبادی نے کیا خوب لکھا ہے ؎

یہ کہنے لگے لالہ باوقار ÷ کہ عربی صرف ہم پہ ہے اب تو بار ÷ انہیں سے رکی ہے ہماری نمود۔
یہ مٹ جائیں ثابت ہو اپنا وجود ÷ کہاں کا حرام و کہاں کا حلال ÷ ہٹے عاجلی رہے رام لال

اخبار صدق لکھنؤ کے بیان کے مطابق لکھنؤ یونیورسٹی کے ایم۔اے۔ بی۔اے کے سات سو مسلمان

طلبہ میں سے دیگر زبان کی حیثیت سے عربی زبان کو صرف سولہ لڑکوں نے اختیار کیا (صدق، ارنومبر ۱۹۳۵ء)

عربی تعلیم سے صرف نظر دنیوی اعتبار سے بھی غلط

امراء کرام سے سوال یہ ہے کہ مذہب اور دین، مال دنیا کے مقابلے میں آپ کو بھی عزیز ہے تو پھر تعلیم کے وقت مذہب کی تعلیم پر بچوں کو کیوں نہیں لگایا جاتا۔ اور انھیں صرف ایک انگریز بہادر اور ماسٹر و بیرسٹر بنانے کا خیال آپ کو کیوں آتا ہے۔ آپ کے پاس شاید یہ جواب ہو کہ علوم اسلامی اور عربی کی بازار میں مانگ نہیں۔ لہٰذا ہم اپنے بچوں کو وہ جنس بنانا نہیں چاہتے ہیں۔ جس کا بازار میں کوئی گاہک نہ ہو۔ لیکن آپ کا یہ جواب اغلاط کا مجموعہ ہے کیونکہ اگر آپ ان کو وہ مال بنا دینا چاہتے جس کے لوگ خریدار ہوں تو آپ کو معلوم ہو جانا چاہئے کہ انگریزی علوم وفنون کے اس بہتات کے زمانہ میں لوگ اب ان علوم کے خریدار نہیں ہے۔ اگر خریداری عام ہوتی۔ تو انگریزی تعلیم یافتہ بے کار بے معیشت نہ ہوتے۔ کہ اُن کے لئے سینما میں رقاصی کا دروازہ اور موسیقی کا پھاٹک کھولنا پڑتا کہ وہاں ناچ اور گا کر کلرک اور منشی کر روزی کماؤ۔ اور پھر یہ بھی نہ ہوتا کہ اسامی خالی ہونے پر ہزاروں تعلیم یافتہ انگریزی دان اُس پر ٹھٹھ لگا دیتے جیسا کہ اخباری واقعات اس پر شاہد ہیں۔ جیسا کہ میرے دوسرے مقالہ میں سرکاری رپورٹ سے صحیح حوالہ موجود ہے۔ ہاں آج مانگ شیخ الحدیث کی ہے شیخ التفسیر کی ہے شیخ الادب کی ہے۔ استاذ تاریخ کی ہے استاذ فلسفہ ومعقول کی ہے امام مناظرہ کی ہے جن کو خوش حال مسلمانوں نے اپنی بدقسمتی سے کھو دیا ہے کیونکہ ملّا کی تضحیک کر کے لوگوں کو بددل کر دیا۔ اور عام طور پر لوگ عربی علوم وفنون سے دور دور رہنے لگے۔ نتیجہ قوم میں اس علمی قحط کا آیا جس کی کوئی مثال عہد سلف سے پیش نہیں کی جا سکتی۔ علماء سلف اپنے اپنے فن میں یکتائے روزگار ہوتے تھے۔ دنیائے علم ان کی روشنی سے تاباں و منور ہو گئی تھی۔ اس کی بڑی تفصیل اور تحصیل علوم پر ترغیب میرے ایک مطبوعہ رسالہ تذکرۂ اسلاف میں دیکھیں جو اس موضوع پر اہل علم کے لئے خاص تحفہ ہے بہ قیمت عہ امرتسر دفتر اخبار اہلحدیث سے طلب کریں۔ کیا تفاسیر کا خزانہ احادیث کا ذخیرہ شروح احادیث کا مجموعہ آج جیسے پست ہمت وکم سواد زمانہ کی پیداوار ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اگر اب بھی کچھ ہیں تو عہد گذشتہ کے سرچشمہ سے ماخوذ ہیں۔ حالی مرحوم نے سچ کہا ہے۔

وہ علم شریعت کے ماہر کدھر ہیں　　وہ اسرار دیں کے مُبصّر کدھر ہیں
محدث کہاں ہیں مُفسّر کدھر ہیں　　مؤرخ کہاں ہیں مناظر کدھر ہیں

مختصر یہ کہ آج جس علم کی خریداری ہے اور اعلان پر اعلان جن جیّد عالموں اور فنّی اساتذہ اور شیوخ کی نکل رہی ہے۔ وہ سودا ہی آج بازار سے غائب ہے۔ اس کی وجہ اور اس کی سرد بازاری کا واحد سبب امراء کرام کی صرف نظر ہے۔ یہ امراء اسلام اگر چاہیں اور اپنے بچوں کو عربی علوم وفنون سے واقف کر کے ایک فنی عالم بنائیں تو روحانی اور

اسلامی بہبودی کے علاوہ خود مادی نفع بھی اچھا خاصہ مل سکتا ہے۔ اچھے عہدے پر جگہ مل سکتی ہے۔ اچھے لوگوں میں قدر ہو سکتی ہے۔ خاندان سدھر سکتا ہے۔ نسل مستقبل بن سکتی ہے۔ ہم خرما وہم ثواب کا مضمون رہے گا لیکن آج کل کے ماں باپ کی غلط نگاہی کی شکایت اور اُن کے احساس کمتری کی فریاد کس دربار میں پہنچائی جائے۔

ایک سوال احساس کمتری والوں سے

یہ ہے کہ عربی زبان کے ماہرین اور عربی علوم وفنون کے اساتذہ اگر دنیوی امور میں حصہ لینا چاہیں یا حکومت دینا چاہے تو کیا کر نہیں سکتے۔ جج بلکہ عدالتوں میں فیصلے یہ کر سکتے ہیں۔ منصفی کے عہدوں پر جا سکتے ہیں۔ محکمۂ مال میں تحصیلدار یہ ہو سکتے ہیں۔ محکمۂ نظامت میں وزیر خارجہ وزیر داخلہ بن سکتے ہیں۔ محکمۂ پولیس وفوجداری میں تھانیدار، سپرنٹنڈنٹ پولیس کپتان۔ جی۔ آئی۔ ڈی کا یہ کام کر سکتے ہیں۔ محکمہ ریلوے میں پلیٹیٹر عہ، ٹرانک منیجر۔ کنٹرولر۔ ٹی آئی کا کام کر سکتے ہیں۔ مگر اس کو کیا کیجئے کہ سلطنتِ اسلامی پر زوال آگیا۔ اور انگریزی حکومت کا دور دورہ آیا۔ اُس نے اپنی زبان میں ملک کے قوانین کو رکھ دیا۔ اس لئے انگریزی بغیر چارہ نہیں رہ گیا۔ ورنہ اگر انگریزی کا سوال درمیان سے اُٹھ جاوے اور ملک کی قومی زبان اردو یا عربی زبان میں قوانین اور اُس کے طریقے منتقل ہو جاویں تو ظاہر ہے کہ اول سے آخر تک ہر جگہ مسلمان حکام عربی دان مولوی صاحبان ان تمام مناصب پر قابض ہوں گے یہ میری خوش خیالی نہیں ہے۔ عربی خواں کا دماغ محض عربی خوانی سے کچھ ماؤف نہیں ہو جاتا۔ بلکہ نسبتاً صالحیت اور نیکی پسندی اُس کے دماغ سے ظاہر ہوگی۔ آج بھی دیکھئے حیدرآباد دکھن میں علماء کن اچھے اچھے ریاستی عہدوں پر قابض ہیں۔ شعبۂ تعلیمات شعبہ عدالت۔ شعبۂ قضا وافتاء۔ شعبۂ مال وغیرہ میں اچھے نظم ونسق سے کام کر رہے ہیں۔ صدی دو صدی سے پیشتر عہدِ شاہانِ مغلیہ میں علامہ خیالی اور شارح مواقف وغیرہ اولوالعزم علماء عربیہ اچھے عہدوں پر فائز تھے۔ آج بھی نجد میں حجاز میں یمن میں مصر میں عربی دان علماء کا بڑا ہی اقتدار ہے اور عربی خوان مولٰنا صاحبان حکومت کے اچھے اچھے عہدوں پر فائز ہیں۔ اس سے آگے چلئے عہدِ مامون میں اور ہارون رشید کے دورِ سلطنت میں کس زبان کے لوگ اس عہد کے تمام دینی ودنیوی مناصب جلیلہ پر فائز تھے۔ اس کی فہرست دیکھنا ہو تو المامون وغیرہ مولفہ شبلی دیکھئے۔ میں نے تو تاریخ ابن خلدون کے حوالہ سے ان تمام عربی دان صحابہ کی فہرست لکھی ہے۔ خلافت راشدہ کے زمانہ میں اچھے اچھے عہدوں گورنری کمشنری تحصیلداری وغیرہ پر فائز تھے۔ حضرت ابوہریرہ رض بحرین کے گورنر تھے۔ ایک لاکھ روپیہ وصول کر کے سالانہ مالیانہ لاتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ریشمی رومال میں ناک صاف کر کے فرماتے۔ بخ بخ یا ابا هريرة۔ واہ واہ ابوہریرہ تم ریشمی رومال میں آج ناک صاف کرتے ہو۔ کل تم پر وہ وقت بھی گذرا

عہ ریلوے کا بڑا حاکم مثلاً ہوے او۔ ٹی۔ آر کا ٹرانک منیجر ہے۔ ٹی۔ آئی وہ ہے جس کے ماتحت ایک ضلع کے ایک اسٹیشن کے عملہ رہتے ہیں۔ کنٹرولر وہ ہے جس کے دستخط سے مال گاڑی کی تعداد کسی اسٹیشن پر زیادہ آجا سکتی ہے۔ پلیٹیٹر وہ ہے جو لائن کے حدود کا نظم رکھتے ہیں۔